فقه البيوع على المذاهب الاربعه

فقہ المعاملات پر ایک نئی کتاب

تعارف: از عبد السلام چشتی دہلوی

"فقه البيوع على المذاهب الاربعة" کے نام سے یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ "اسلامی معیشت کی بنیادیں" بھی شائع ہو چکا ہے۔

اس امر میں شک نہیں کہ دنیا کے قوانین میں معاملات کے تصور کی گہرائی اور تجارت کے اندر طرفین کے حقوق میں عدل وانصاف کی تحقیق، نیز انفرادی واجتماعی مصالح میں توازن کی رعایت جتنی فقہ اسلامی میں ہے کسی اور قانون میں نہیں، چنانچہ جس کثرت سے فقہ کی کتابیں تحریر کی گئی ہیں یا انسانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے مسائل اور باریک جزئیات ذکر کی گئی ہیں اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ دراصل قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کا بہترین نچوڑ ہے، ایک طرف تو فقہ میں کتاب وسنت کا انعکاس رہا ہے تو دوسری طرف فقہاء کرام کی دقت انظار کا ایک حسین مرقع ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت تک تمام بشری ضروریات کا حل فقہ اسلامی میں مل سکتا ہے۔

یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اسلامی تاریخ میں صدیوں تک فقہی قوانین سرکاری سطح پر رائج رہے ہیں، چنانچہ کئی سو سالوں تک فقہ حنفی، ہندوستان اور خلافت عثمانیہ میں، جبکہ صدیوں تک فقہ مالکی، اندلس میں سرکاری قانون رہا ہے، عجیب امر یہ ہے کہ فرانس جو کہ عیسائی ملک ہے اور اندلس کے پڑوس میں واقع ہے اس کے عدالتی قوانین کا پچاسی فیصد حصہ فقہ مالکی سے، جبکہ پندرہ فیصد رومن لاء سے ماخوذ ہے۔

بدقسمتی سے اسلامی ممالک پر جب سے مغربی استعمار نے اپنا تسلط قائم کیا اور فقہ اسلامی کو ایک کونے

میں رکھ دیا گیا، نیز اس کے بجائے مغربی قوانین کو عدالتوں میں رائج کر دیا گیا تو فقہ اسلامی کو دو بڑے نقصان پیش آئے:

ا۔ اسلامی فقہ کی تیز رفتاری سست پڑگئی، کیونکہ جب فقہ سرکاری عدالتوں میں رائج تھا تو نت نئے مسائل اور انوکھے قضایا پیش آتے تھے، جس کی بدولت فقہائے کرام ان کے حل کے لیے اجتہادات فرماتے اور یوں فقہ ہر مسئلہ کے لئے شریعت کی حدود میں بہترین حل نکال لیتا، ہم فتاوی عالمگیری کی مثال لے سکتے ہیں جس کو ہندوستان کے نیک دل مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ نے ۲۴ بڑے فقہا کی اکیڈمی سے عرصہ آٹھ سال میں تحریر کروا کے تمام ہندوستانی عدالتوں میں رائج کیا، انہوں نے اس زمانے کے تمام جدید مسائل کو سامنے رکھ کر ایسی عظیم الشان کتاب لکھوائی جس کی نظیر سابقہ ادوار میں مشکل سے ملے گی، جب سرکاری سطح پر ہماری کچہریوں میں انگریزی قوانین نے جگہ لے لی تو فقہ اسلامی کی تیز رفتار ترقی ایک دم سست پڑگئی، اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالی ہر زمانے میں اپنے دین کی حفاظت فرماتے ہیں چنانچہ فقہائے کرام نے نجی طور پر عوام کو در پیش مسائل کے لئے فتاوی دیے اور حل نکالے لیکن وہ اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی کوششیں تھیں کیونکہ عمومی فیصلے رائج انگریزی قوانین کے تحت ہوتے تھے۔

۲۔ دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ فقہ اسلامی کا عظیم الشان ذخیرہ زاویہ خمول میں چلا گیا، کیونکہ جب عملی تنفیذ مغربی قوانین کی تھی تو مقننین انہی قوانین کو اپنی فکر و تحقیق کا مرکز بناتے اور انہی کے مبادیات و فروع پر توجہ دیتے، اگر فقہ کی کتابوں سے استفادہ کیا بھی جاتا تو نہایت پرانے مآخذ سے مدد لی جاتی تھی، جس میں عصر حاضر کے مسائل و قضایا کا حل نہیں تھا جس کی بنا پر بعض لوگ اس بدفہمی میں پڑ جاتے کہ اس زمانے میں اسلامی فقہ پر عمل ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، ایسی صورت حال میں جب مسلمان عوام اپنی حکومت سے اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتی تو حکومت جواب دیتی کہ چودہ صدیوں پرانا فقہ آج کی دنیا اور عصر حاضر کے نئے حالات میں کیسے رائج ہوسکتا ہے، درحقیقت یہ ان لوگوں کی ایک بھاری غلطی ہے اسلئے کہ فقہ اسلامی کے عظیم الشان ذخیرہ نے ہر زمانے کے مسائل کا حل نکالا ہے اور ہر زمانے کے مناسب جدید مسائل کو بہترین انداز میں حل کیا ہے۔ اس تناظر میں کئی فقہی تصانیف پیش کی جا سکتی ہیں مثلا: امام فقیہ، متکلم، اصولی، شہاب الدین المرجانی القزانی رحمہ اللہ (۱۲۳۳ھ۔۱۳۰۶ھ) کی کتاب "ناظورة الحق في فرضية العشاء وان لم يغب

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میری محبت اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں کی محبت پر غالب نہ

الشفق،، جب بلغاریہ میں یہ مسئلہ اٹھا کہ مغرب کے بعد شفق غائب ہی نہیں ہوتی تو عشا کی نماز کس طرح فرض ہوگی تو امام مرجانی نے اس مسئلہ کو بنیاد بنا کر ایک بہترین کتاب تحریر فرمائی جو پہلے تو قازان سے چھپ چکی تھی اور حال ہی میں دارالفتح ،اردن سے ۵۵۵ صفحات میں تحقیق وریسرچ کے ساتھ چھپ کر آگئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت انسان کو ترقی سے بالکل نہیں روکتی،البتہ نت نئے حالات اوران کے مسائل میں شریعت ایسا حل تلاش کرتی ہے جس سے انسانوں کی زندگی لاقانونیت اورافراتفری کی شکار نہ ہواورتوازن برقراررہ سکے۔

قرآنی نصوص اوراحادیث کا زبردست ذخیرہ ہمارے فقہائے کرام کے استنباط اوراجتہاد کا کارزار ہے،چنانچہ فقہا کی انہی اختلافات محمودہ ہی کی وجہ سے جوتفسیر نصوص میں واقع ہوجاتے ہیں،ترقی کی نئی راہیں کھلتی ہیں،خاص کر مذاہب اربعہ متوارثہ (حنفی ،شافعی ،مالکی،حنبلی) نے کتاب وسنت اورصحابہ کے قضایا،فتاوی اوراجماعات کا عظیم الشان ذخیرہ مرتب کیا ہے جس کی رہتی دنیا تک مثال نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ مذاہب اربعہ میں فقہی فروعی مسائل میں تاریخ کے مختلف موڑوں پر مناظرات ،مناقشات رونما ہوئے ہیں اوربعض اوقات وہ اپنی طبعی حد بھی کھو بیٹھتے ہیں،لیکن فی الجملہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک دوسرے پر کفر وضلال کا فتوی لگایا گیا ہو۔بلکہ انہی مباحث علمیہ کی بدولت فقہ اسلامی میں نئی نئی راہیں واہوئی ہیں جوکہ کسی صاحب علم پر مخفی نہیں۔

فقہا کے یہ فروعی اختلافات ایسے بھی نہیں کہ اپنی رائے پرکوئی فقیہ تعصب سے اڑاہواہو،بلکہ مجموعی لحاظ سے توازن واعتدال کو برقراررکھا گیاہے،یہی وجہ ہے کہ بسااوقات اپنی فقہی رائے پراصرار کے بجائے دوسرے فقہا کے اقوال کوانشراح صدر کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔فقہائے اسلام کادوسرے مسائل کے علاوہ فقہ المعاملات اورتجارتی قضایا خصوصی میدان رہاہے کیونکہ اس بارے میں واردنصوص چند بنیادی نکات پر اتفاق کے بعد مختلف تشریحات کا احتمال رکھتی ہیں،اس لئے فقہائے کرام نے ان نصوص کی تحقیق میں مختلف زاویوں سے محنت فرمائی اوران تمام احتمالات کی تشریح فرمائی۔لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا کہ قریبی دور میں معاملات کی ایسی صورتیں پیش آئیں جن پر مذکورہ مبادی وفروع کی تطبیق کسی کہنہ مشق فقیہ کے فکروتحقیق کی محتاج تھی۔کتاب ہذا نے اس ضرورت کواحسن انداز

میں پورا کردیا ہے۔

مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں بہت عجیب بات تحریر فرمائی ہے،لکھا ہے کہ میں اس کتاب کو شروع کرتے ہوئے اس بات کا معترف تھا کہ ہمارے متقدمین فقہا نے اپنی دقت نظر ،قوی اجتہاد کے بل بوتے پرنت نئے مسائل کا حل نکالا ہے،لیکن جب میں اس کتاب کے مباحث کو تحریر کرنے لگا تو مجھ پر اپنے فقہاء اسلام کی عبقریت کے حوالے سے نئے آفاق کھلے،میں کافی عرصہ قضا کے عہدے پر رہا ہوں اور مجھے رائج قوانین کے مطالعہ اور فقہی قوانین سے مقارنہ کا طویل تجربہ بھی الحمدللہ ہے اور ایک عرصہ سے میں نے انگریزی قوانین اور ان کی شروح کا عمق سے مطالعہ کیا ہے،وکلا کے مباحث کو سنا ہے لیکن ان سب کے باوجود مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ اسلامی فقہ رائج انگریزی قوانین پر کئی جہات سے فائق ہے،رائج قوانین میں آپ کو مبادیات یا تھوڑے بہت جزئیات کا حل تو ملے گا لیکن جس انداز سے فقہ اسلامی میں مبادیات کے ساتھ جزئیات بلکہ نادر جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی،عجیب امر یہ ہے کہ فقہائے کرام نے ان جزئیات کا حل بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے جو ابھی تک وقوع پذیر بھی نہیں ہوئے ،اس سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ فقہائے کرام ایک شہر ایک ملک کے رہنے والے نہیں بلکہ بعض کا تعلق حجاز سے تو بعض کا سپین اندلس سے اور بعض کا مصر،شام ،عراق یا وسطی ایشیا کے ماوراء النہر سے ،اور یہ تمام فقہا ایک ہی قسم کے جزئیات کے حل کرنے میں لگے ہوئے ہیں، ہر ایک کو دوسرے معاصر کا قول اس مسئلہ میں بخوبی معلوم ہے ،حالانکہ نہ میڈیا کے مختلف شکلیں موجود تھیں اور نہ موبائل فون وانٹرنیٹ کی سہولتیں ،اسی طرح نہ فہارس کتب کی سہولت تھی اور نہ ترقیم کی ،اور جس نرالے اور وسیع انداز میں ان حضرات نے فقہی جزئیات کو مدون کیا ہے وہ آج کے گلوبلائز دنیا میں بھی ممکن نہیں ،اس پر مستزاد یہ کہ ان فقہاء کرام کی کتب ایسے ایجاز اعجاز کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں کہ ایک ایک لفظ کی شرح کے لئے طویل بحث کی ضرورت درکار ہوتی ہے۔

مصنف لکھتے ہیں" میں چونکہ عرصہ دراز سے عدالتوں میں رہ چکا ہوں تو بسا اوقات رائج قوانین پر اپنے وکلا دوستوں سے بحث وتمحیص جاری رہتی تھی،کسی رائج قانون کی میں دلائل کے ساتھ کوئی غیر متداول تشریح کر ڈالتا تو میرے وکلا دوست بحث کے بعد میری ہی تشریح پر مطمئن ومنشرح ہوجاتے اور جب چیف جسٹس کے سامنے میرے دوست میری مذکورہ تشریح رکھ دیتے تو وہ بھی مان لیتے اور برجستہ کہہ دیتے کہ مفتی صاحب کے سمجھ میں ہم سے پہلے یہ قوانین آجاتے ہیں،لگتا ہے

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

انہوں نے انگریزی قوانین کو خوب پڑھا ہے، لیکن میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا کہ ان قوانین کا میری سمجھ میں اتنی سرعت سے آنے کی وجہ وکالت پڑھنا نہیں ہے، بلکہ یہ فقہ اسلامی کے پڑھنے کی برکت ہے اور یہ ایسا جواب ہے کہ اب بھی میں اس پر جازم ہوں۔ علی کل حال، بیوع ومعاملات کے مسائل کی تحقیق کے دوران مجھے خوب اندازہ ہو گیا کہ ہمارے فقہائے کرام نے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے، اس کے عالی ہمت، عبقری خدمات، بے پناہ وقت کے سامنے میرا سر جھک جاتا ہے۔،،

مصنف نے فقہ البیوع کی تالیف کرتے وقت چاروں مذاہب کو سامنے رکھ کر یہ عظیم الشان کتاب مرتب کی ہے جبکہ بعض مواضع میں فقہ اسلامی، انگریزی، رومن، فرانسیسی اور سویز قوانین کا مقارنہ بھی اس مقصد کے لئے کیا ہے تا کہ مسلمان کہیں اسلام مخالف قوانین میں نہ پڑ جائیں، نیز اس مقارنہ کا بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام (capitalisim) کا فرق اور قوانین اسلامی کے اندر حکمت الہیہ کی اہمیت واضح ہو جائے، بعض مسائل میں عصر حاضر کے فقہا کی کتابوں اور اقوال وآرا کو بھی بخوبی جمع کیا گیا ہے۔

مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی یہ کتاب ''فقہ البیوع،، عربی زبان میں دوضخیم جلدوں کی صورت میں مکتبہ معارف القرآن کراچی سے طبع ہو گئی ہے، اس کے کل صفحات ۱۲۵۵ ہیں، کتاب کی اساس ۲۷۳ مصادر ومراجع پر ہے، ان میں زیادہ تر عربی مصادر ہیں اور بہت کم اردو کتابیں ہیں جبکہ ۲۳، انگریزی مراجع بھی ہیں، کتاب مذاہب اربعہ کے مروجہ مسائل کا بہترین انسائیکلوپیڈیا ہے، جس کا عنوانات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بعض معرکۃ الآراء مسائل پر بہترین اور مسلم انداز میں بحث کی گئی ہے، مثلاً غیر مسلموں کا مسلمانوں کے ملک میں زمین وجاگیر خریدنا اور گھر بنانا، خاص حجاز مقدس اور فلسطین میں صلیبیوں اور صیہونی قوتوں کا جاگیر خریدنا اور بستیاں ومکانات بنانے کے حوالے سے عمدہ فقہی مباحث ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ فقہ البیوع اگر چہ دیگر معتمد کتب فقہ کی بنسبت حجم میں کم ہے، لیکن عربی کہاوت ہے: ''ربما یوجد فی الانهار مالا یوجد فی البحار،، ان گذارشات کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ اس کتاب کے مندرجات کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔